مومنؔ کے ذہنی رجحانات-مقطعوں کی روشنی میں

اقصیٰ النسیم سندھو*

Abstract:

This paper is about the mantel situation of 19th century poet "Hakim Momin Khan Momin". It explores different poetic trends while examining the last verses of his Ghazals called "Maqtaas". It is very interesting that Hakim Momin Khan Momin used some poetic tricks to express his poetic experiments and feelings. The paper reveals that the poet has successfully expressed his state of mind in a poetic way.

محمد مومن خاں ۱۸۰۰ء میں حکیم غلام نبی خاں کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے اُن کے آباؤ اجداد شاہ عالم ثانی کے زمانے میں کشمیر سے ہجرت کر کے دہلی آئے تھے۔ اُن کے خانوادے کا آبائی پیشہ طبابت تھا۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے قریبی مراسم کی بنا پر شاہ عبدالعزیز نے اُن کا نام محمد مومن خاں رکھا۔ [۱] محمد مومن خاں نے اپنے والد سے طبابت اور مدرسہ شاہ عبدالعزیز سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی جلد ہی طبابت میں کمال حاصل کیا اور نواب فیض احمد خاں کے ہاں درباری طبیب مقرر ہوئے مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ محمد مومن خاں نے شاعری، موسیقی، ریاضی، فن عملیات پر بھی خصوصی توجہ دی اپنے لئے مومن کا تخلص پسند کیا اور غزل سے شاعری کی ابتدا کی۔

مومن کا حافظہ بہت تیز تھا اُس دور میں دلی کی تہذیبی زندگی میں شاعری کے ساتھ ساتھ موسیقی، ریاضی، شطرنج اور عملیات کا رواج عام تھا۔ یوں مومن اِس طرف متوجہ ہوئے اور رمل، نجوم، موسیقی، ریاضی، شطرنج، طب اور شاعری میں مہارت حاصل کی۔ طبعاً وہ عاشق مزاج آزاد خیال اور نازک طبع تھے۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے قریبی تعلق کی بنا پر اُن پر مذہب کا اثر بہت زیادہ تھا۔ یوں اُس زمانے کی فکری تحریک جس کے لیڈر سید احمد بریلوی تھے، سے بھی متاثر ہوئے۔ ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

> ’’اپنے خاندانی ماحول اور شاہ ولی اللہ کے خاندان سے قربت کی وجہ سے بچپن ہی سے اُن پر مذہب کا اثر تھا جب سید احمد شہید جہاد کر رہے تھے اور مومن نے اُن حمایت میں مثنوی ’جہاد‘ کہی تو وہ اُس وقت بالکل جوان تھے ہاں عمر کے ساتھ ساتھ دنیا پر دین کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔‘‘[۲]

اِن متنوع اوصاف کے حامل مومن خاں کی اصل شناخت شاعری ہے غزل اُن کا بنیادی میدان تھا۔ اس

---

* پی ایچ۔ڈی سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

کے علاوہ دوسری اصناف سخن مسدس، مخمس، رباعی، مثنوی اور قصائد بھی لکھے اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی طبع آزمائی کی مومن کو ایک ہمہ جہت اور قادر الکلام شاعر کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے نو (۹) قصیدے اور گیارہ مثنویاں لکھی جب کہ غزلیات کی کل تعداد (بحوالہ کلیاتِ مومن مرتبہ کلب علی خاں فائق) ۲۱۹ ہے۔ اس کے علاوہ معمات قطعات میں بھی طبع آزمائی کی۔

مومن خاں مومن نے شاعری میں عزت اور شہرت حاصل کی وہ غالب کے ہم عصر تھے غالبؔ بھی مومن کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کرتے تھے انہوں نے مومن کے اس شعر پر اپنا پورا دیوان دینے کو کہا یہ اُن کی شاعرانہ حیثیت کا غالب کی طرف سے سب سے بڑا اور اہم اعتراف تھا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا (کلیاتِ مومن، ص۶۱)

مومن خاں مومن نے دو شادیاں کیں پہلی شادی ۲۳ سال کی عمر میں ہوئی لیکن نباہ نہ ہو سکا مومن کی دوسری شادی ۱۸۲۹ء میں خواجہ میر درد کے خاندان میں ہوئی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی جبکہ دوسری بیوی سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۸۵۲ء میں مومن اپنے مکان کی چھت مرمت کرواتے ہوئے گر کر زخمی ہو گئے یہی حادثہ اُن کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ یوں دہلی کا یہ عظیم شاعر جون ۱۸۵۲ء بروز جمعہ کو اس دنیا سے رُخصت ہوا اُس کو دہلی میں مہدیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ [۳]

مومن خالص تغزل کے شاعر ہیں اسی لیے ان کا کلام غزل کی خصوصیات کو بے حد شاندار انداز میں متعین کرتا ہے۔ مومن حیرت انگیز اشاریت اور غیر معمولی رمزیت کے شاعر ہیں۔ ان کی غزل میں محذوف باتوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی تمام تر اشاریت وایمائیت، کیفیات حسن و کیفیاتِ عشق، معاملاتِ حسن و معاملاتِ عشق سب کے سب تخیل کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مومن کا موضوع غزل محدود ہے یعنی حسن و عشق۔ لیکن مومن نے اس محدود دائرے میں اپنی تخیلاتی قوت سے وسعت پیدا کر دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کے ہاں عشق، حسن اور رقیب کے حوالے سے تمام موضوعات روایتی انداز میں ابھرنے کی بجائے دل کی گہرائیوں سے پھوٹے ہیں اس میں صداقت اور خلوص ہے۔ پھر خیال بندی اور معاملہ بندی اُن کی غزل کے نمایاں اوصاف ہیں۔ انہوں نے اپنی اس نزاکت خیال، نازک آفرینی اور خیال بندی کے سبب معاملہ بندی جیسے روایتی اور نازک موضوع کو بڑے احسن انداز میں نبھایا ہے۔ ان کے ہاں معاملات عشق ہوس کی حدود میں داخل نہیں ہوئے بلکہ ایک

’پردہ نشیں‘ کے عشق کی کیفیت ان کے ہاں برقرار رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل روایت کے ساتھ ساتھ جدت کا حسین امتزاج ہے۔ یہ خصوصیات ان کے مقطعوں میں بھی موجود ہیں۔

مومن کے بارے میں ابتدائی معلومات کے مختصر حوالے کے بعد مومن کے ذہنی وفکری رجحانات کا جائزہ لینے کے لیے اُن کے مقطعوں کا مطالعہ کئی نئے دروا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اُن کی غزلیات کے مقطعوں کا مطالعہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اُن کی تشریح اور تعبیر سے مومن کے ذہنی وفکری رجحانات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ عموماً غزل کا ہر شعر اپنی ذات میں مکمل اکائی ہوتا ہے اور اس کا دیگر اشعار سے قافیہ اور ردیف کا تعلق ہوتا ہے اسی لیے غزل کو پھولوں کا گل دستہ کہا جاتا ہے جبکہ غزل کا مقطع گل سرسید ہے۔ دیگر اشعار میں عموماً ایمایت کا پہلو ہوتا ہے جبکہ مقطع میں ذاتی واردات شاعر کے ذہنی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اگر غزل کی حیثیت ایک کتاب کی سی ہے تو مقطع اس کا عنوان ہے۔ چونکہ مقطع پر کلام ختم ہوجاتا ہے اس لیے غزل کے اختتام پر ایک بھرپور تاثر کے لیے مقطع کا جاندار ہونا ضروری ہے۔ جیسے کوئی ماہر مصور جنبش موقلم سے تصویر میں جان ڈال دیتا ہے۔ اپنی آسانی کے لیے اگر ان مقطعوں کی درجہ بندی کی جائے تو پہلا حصہ مذہب ومسلک کے متعلق مومن کے خیالات کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے چند مقطعے یہ ہیں:

مومنؔ یہ تاب کیا کہ تقاضائے جلوہ ہو
کافر ہوا میں دین کے آداب دیکھ کر (ص۹۰)

ہم بندگی بت سے ہوتے نہ کبھی کافر
ہر جائے گر اے مومنؔ موجود خدا ہوتا (ص۹۴)

وصل بتاں کے دن تو نہیں یہ کہ ہو وبال
مومنؔ نماز قصر کریں کیوں سفر میں ہم (ص۱۲۹)

کیوں کر خدا کو دوں کہ بتوں کو ہے احتیاج
مومنؔ یہ نقد دل زر جاں کی زکات ہے (ص۲۲۱)

کہاں وہ ربط بتاں اب کہ اُس کو تو مومنؔ
ہزار سال ہوئے سینکڑوں برس گزرے (ص ۲۲۸)

حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان سے مومن کے قریبی تعلقات تھے شاہ ولی اللہ اور اُن کا خاندان صوفیائے برصغیر کے برعکس وحدت الشہود کا قائل تھا یوں مومن کا اُن سے متاثر ہونا فطری امر ہے اس طرح مومن ہمیں وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کے قائل نظر آتے ہیں۔ اُن کے خیالات میں مذہب اور دین کی طرف جھکاؤ ہے اور اسلامی شعار کی عقلی توجیہات کی طرف مومن کا فکری رجحان نظر آتا ہے کہ وصال حق دنیاوی زندگی میں کسی طرح ممکن نہیں اس لحاظ سے مومن سنی مسلک کے پیروکار ہیں۔ جہاں وہ وحدت الشہود کے قائل نظر آتے ہیں اُس کے ساتھ ساتھ اسلام کی جہادی روح کے بھی قائل ہیں اور اس کا ثبوت سید احمد شہید بریلوی سے اُن کا تعلق ہے اس کے ساتھ ہی وہ حیات بعد از ممات کے بھی قائل ہیں اسلامی شعار سے پوری طرح آگاہ ہیں زکوٰۃ کی اہمیت کے قائل ہیں اور کسی بھی طرح شرک سے اپنے آپ کو دور رکھنا پسند کرتے ہیں۔ یوں مومن کے مندرجہ بالا مقطعے بیانات کی دلیل کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

مومن کی غزلیات کے مقطعے اُن کے فلسفہ حسن و عشق پر بھی واضح روشنی ڈالتے نظر آتے ہیں یوں تو اکثر غزلیات کا موضوع فلسفہ حسن و عشق ہے لیکن یہ مقطعے نمائندہ تسلیم کیے جا سکتے ہیں۔

ہجر بتاں میں تجھ کو ہے مومنؔ تلاش زہر
غم پر حرام خوار توکّل نہ ہوسکا (ص ۴۹)

دیر و کعبہ یکساں ہے عاشقوں کو اے مومنؔ
ہو رہے وہیں کے ہم جی لگا جہاں اپنا (ص ۲۶)

ہوا مسلماں میں اور ڈر سے نہ درس واعظ کو سن کے مومنؔ
بنی تھی دوزخ بلا سے بنتی عذاب ہجر صنم نہ ہوتا (ص ۶۵)

کافر گلے لگا ہے تو مومنؔ کے مت مکر
دیکھ اپنے نقش رشتۂ زنار کی طرف (ص۱۱۵)

مومن کے ہاں روایتی تصورعشق کے برعکس محبوب سے وصال کی خواہش اور طلب شدید ہے وہ جسمانی وصال کا قائل ہے محبوب کی ذات اُس کے لیے محور پرستش ہے اور جدائی اور ہجر کے لمحات عذاب دوزخ سے بڑھ کر ہیں۔ اگرچہ مومن ہجر کے لطف اور اُس حدت کا مزہ بھی اُٹھاتا ہے لیکن وہ محبوب کو وصال کے لمحات کی برابر یاد دہانی بھی کرواتا رہتا ہے۔ یوں وہ افلاطونی محبت سے بڑھ کر جسمانی وصال کا زیادہ طلب گار ہے۔ مومن ہمیں حُسن پرست اور رندِ شاہد باز نظر آتا ہے یہ اُن کی جذباتی اور ذہنی کیفیت ہے۔

> ''مومن کی غزل اُن کی شخصیت کی صحیح آئینہ دار ہے اُن کا مخصوص مزاج اُس میں پوری طرح بے نقاب نظر آتا ہے۔ وہ حسن کے شیدائی تھے انہوں نے اپنے آپ کو صورت پرست کہا ہے۔ اُن پر ساری زندگی ایک سرخوشی کی سی کیفیت طاری رہی۔ عشق کی لغزش مستانہ ہی کو انہوں نے زندگی سمجھا اور وہ اسی عالم میں زندگی بسر کرتے رہے۔''[۴]

مومن کی شاعری میں مذہبی حوالے کے ساتھ ساتھ جہاد کی گہری فکر بھی جا بجا نظر آتی ہے درج ذیل مقطعے قابل توجہ ہیں:

وہ دن گئے کہ لاف و گزاف جہاد تھا
مومنؔ ہلاک خنجر ناز بتاں ہے اب (ص۶۷)

غنچہ ہائے آرزوے مومنؔ اب کھلنے کو ہیں
خیر مقدم گلشن ایماں میں آتی ہے بہار (ص۹۱)

گر یہی شوق شہادت ہے تو مومنؔ جی چکے
مار ڈالے کاش کوئی کافر دل جو ہمیں (ص۱۴۵)

مومن کی تخلیقات میں فلسفہ جہاد کا عکس جا بجا نظر آتا ہے مندرجہ بالا مقطعوں میں اس بات کی عکاسی کرتے ہیں۔ مومن کے نزدیک عملی جہاد ہی جہاد کی اصل شکل ہے اور مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل اُن کے نزدیک جہاد ہے اور چوں کہ ہندوستان کے عصری حالات کے مطابق سید احمد شہید ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے جہاد کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اِس لئے تمام لوگوں کو تازہ ہوا کو قبول کرنا چاہیے مومن کا ایک قطعہ خاص طور پر اس مضمون کا حامل ہے جس کا عنوان ہے۔

''ایمان تازہ کردن شہود وسنین بہ دست امیر المومنین ابن امیر المومنین‘‘

جو سید احمد امام و اہل زماں
کرے ملا حد بے دین سے ارادہ جنگ
تو کیوں نہ صفحہ عالم پہ لکھے سال وغا
خروج مہدی کفار سوز کلک تفنگ [۵]

مومن خاندانی طبیب تھے اُس کے نام کے ساتھ حکیم کا لفظ بامعنی فلسفی کے نہیں آیا یعنی حکیم مومن خاں فلسفی والا نہیں طب والا ہے۔ یوں طب کی وہ اصلاحات اُن کے کلام میں جا بجا نظر آتی ہے یہ وہی مثال ہے جیسا کہ ارسطو نے اپنے المیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتھارسس کا جو نظریہ پیش کیا وہ طبابت ہی سے تھا کیوں کہ ارسطو کا والد حکیم تھا یوں ہی مومن کے ہاں ہمیں یہ رجحان نظر آتا ہے۔

عشق اُن کی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے
لو مجھ کو اطباء نے سودے کا خلل جانا (ص۳۸)

اے تپ ہجر دیکھ مومنؔ ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں (ص۱۴۱)

اشک دامان جواہر اور لکھی ہے غزل
جس کو مفلس بھی نہ بدلے نسخہ اکسیر سے (ص۲۴۷)

مندرجہ بالا مقطعوں میں جو صورتِ حال ہمیں نظر آتی ہے وہ عین ارسطو کی مثال کے مطابق ہے، سودے کا خلل، تپ ہجر، نسخہ اکسیر اور دامان جوہر کی اصطلاحیں مومن کی طبابت سے وابستگی کی بنا پر ان مقطعوں میں نظر آتی ہیں۔ مومن اِن اصطلاحات کے لغوی مطالب کی بجائے یہاں مجازہ معنوں میں حسن وعشق کی روایت کے تسلسل میں استعمال کرتے ہیں۔ یوں محاکات کی الگ دنیا نظر آنا شروع ہوتی ہے علامہ نیاز فتح پوری بھی مومن کی اس فکری نہج کو اپنے ایک مضمون میں یوں اُبھارتے نظر آتے ہیں۔

دکھاتے آئینہ ہو اور مجھ میں جان نہیں
کہو گے پھر بھی کہ میں تجھ سا بد گمان نہیں (ص۱۶۱)

اس شعر کا سمجھنا اس علم پر موقوف ہے کہ جب کسی کو سکتہ ہو جاتا ہے یا کسی کی موت کے متعلق پورا یقین کرنا ہے تو اُس کے چہرے کے قریب آئینہ لے جاتے ہیں کہ اگر ذرا بھی سانس ہوگی تو آئینہ پرُنم پیدا ہو جائے گا اور اس طرح حال معلوم ہو جائے گا کہ واقعی مر گیا ہے یا نہیں۔‘‘[۶]

غزلیات مومن کے مقطعوں میں جہاں رنگا رنگ مضامین نظر آرہے ہیں وہاں اُس نے اپنا تخلص کے انسلاکات اور تلازمات کو بھی شاعرانہ انداز اور فکری گہرائی کے لیے استعمال کیا ہے۔ ان مقطعوں کا مطالعہ دلچسپ صورتِ حال سامنے لاتا ہے۔

ہائے صنم ہائے صنم لب پہ کیوں
خیر ہے مومنؔ تمہیں کیا ہو گیا (ص۱۴)

ایسی غزل کہی یہ کہ جھکتا ہے سب کا سر
مومنؔ نے اس زمین کو مسجد بنا دیا (ص۵۴)

رات دن بادہ و صنم مومنؔ
کچھ تو پرہیز گار ہونا تھا (ص۶۰)

کیوں سنے عرض مضطر اے مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا (ص۶۱)

ہوتا ہے اس جحیم میں حاصل وصال حور
مومنؔ عجب بہشت ہے دیر مغاں نہ چھوڑ (ص۹۴)

لے نام آرزوؔ کا تو دل کو نکال لیں
مومنؔ نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم (ص۱۳۳)

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومنؔ
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے (ص۲۱۸)

تخلص کی معنوی رعایت کا استعمال شاعر نے جا بجا کیا ہے اور مومن کے ساتھ مسجد، حرم، بت، بت خانہ اور صنم کے تلازمات ان مقطعوں میں گہرے شعور کے حامل نظر آتے ہیں۔ نفسیاتی رموز کو سمجھتے ہوئے ایسی معنوی نزاکتیں پیدا کی ہیں کہ سادہ سے سادہ شعر بھی با کمال خوبیوں کا حامل نظر آتا ہے وہ عام بات کو معمولی طریقے سے ادا نہیں کرتے بلکہ تخلص کی رعایت سے لطف پیدا کرتے ہیں اور اُن کے مقطعوں میں شگفتگی کا عنصر نمایاں ہو جاتا ہے تخلص کو بطور کنایہ استعمال کرتے ہوئے ایسی کفایت پیدا کرتے ہیں کہ مقطعے کا لطف بڑھ جاتا ہے۔

مومن کے مقطعوں سے جو ایک اور اہم بات اُس کے ذہنی رجحانات کا پتہ دیتی ہے وہ اُس کا احساس تفاخر ہے۔ یہ احساس تفاخر ہمیں اُس دور کے دوسرے شعرا مثلاً غالب کے ہاں بھی نظر آتا ہے لیکن مومن اگر یہ دعویٰ نہ بھی کرتے تب بھی اُن کے شعری اظہار کے پہلو پر یقین لانا ہی پڑتا ہے۔ مومن بہت کم الفاظ میں معنی کی ایک دنیا بسا دینے کے ہنر سے باخوبی آگاہ تھے۔

مومنؔ سے اچھی ہو غزل تھا اس لیے یہ زور شور
کیا کیا مضامیں لائے ہم کس کس ہنر سے باندھ کر (ص۸۹)

اک اور پڑھ وہ مومنؔ شعلہ زبان غزل
جل جائیں جس کے رشک سے حاسد بسان شمع (ص۱۰۹)

پڑھے مومنؔ نے کیا کیا گرم اشعار
بھری تھی دل میں یا رب کس قدر آگ (ص۱۲۳)

سب کو ہوتا ہے جہاں میں پاس اپنے نام کا
ہم بھی تو مومنؔ ہیں دل نذر صنم کیوں کر کریں (ص۱۴۸)

غزل سرائی کی مومنؔ نے کیا کہ رشک سے آج
چمن میں سینے عنادل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں (ص۱۴۹)

مدت سے نام سنتے تھے مومنؔ کا بارے آج
دیکھا بھی ہے ہم نے اُس شعرا کے امام کو (ص۱۸۴)

مندرجہ بالا مقطعوں سے مذکورہ بیان کی یقیناً تصدیق ہوتی ہے۔ مومن کی غزل اُن کی شعلہ بیانی اور جذبات سے لبریز اشعار یقیناً مومن کی قادرالکلامی کے گواہ ہیں۔ مومن اپنے عشقیہ مزاج کی بناء پر ہر لمحہ محبت میں مبتلا ہونے پر آمادہ رہتے یہ جوشِ محبت جوشِ جنوں کا سبب بنتا اور اُن کے اشعار حقیقی واردت محبت کے سلسلۂ اظہار اور شخصی تفاخر کی علامت بن جاتے۔ ہر فنکار اپنی سماج سے ہر صورت متاثر ہوتا ہے اور مومن تو ہمہ تن ایک سماجی شخصیت تھے۔ طبابت کا پیشہ، شعرخوانی تعویذ گنڈوں میں دلچسپی اور دہلی میں قیام تمام عوامل اُن کے سماجی اور اجتماعی شعور کو بڑھانے میں معاون تھے۔ یوں اُن کی شاعری میں اس کا عکس بالعموم اور اُس کے مقطعوں میں بالخصوص نظر آتا ہے۔

جو غم بتوں کا نہ ہوتا تری طرح مومنؔ
تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم (ص۱۳۴)

کہہ اور غزل بہ طرز و اسوخت
مومنؔ یہ اسے سنائیں گے ہم (ص۱۳۷)

مومنؔ کو سچ ہے دولت دنیا و دیں نصیب
شب بت کدے میں گزرے ہے دن خانقاہ میں (ص۱۵۰)

اُس بت کی ابتدائے جوانی مراد ہے
مومنؔ کچھ اور فتنہ آخر زماں نہیں (ص۱۶۸)

مومنؔ نہ توڑ رشتۂ زنار برہمن
مت کرو وہ بات جس سے کوئی دل شکستہ ہو (ص۱۷۸)

جلنا ترا بتوں میں بھی تاثیر کر گیا
مومنؔ یقیں نہیں ہے تو پتھر کو پھوڑ دیکھ (ص۱۹۶)

توحید وجودی میں جو ہے کیفیت
ڈرتا ہوں کہ حیلہ خود پرستی کا نہ ہو (ص۲۹۶)

مومن کے مقطعوں کے غائر مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عصری شعور سے بہرہ مند تھے اگرچہ ان کے ہاں داخلیت اور دروں بینی کا رجحان غالب نظر ہے لیکن وہ اپنے ماحول اور سیاسی وسماجی منظرنامے سے بخوبی آگاہ تھے۔ مومنؔ کے بعض مقطعوں سے اس وقت کے رسم ورواج اور دیگر سماجی اقدار کا پتا چلتا ہے۔ اس طرح مومنؔ اُس دور کی تصوف کی فکری روایت سے بھی پوری طرح آگاہ تھے جو عام طور پر وحدت الوجود کی پرچار تھی۔ جو مومنؔ کے نزدیک

صرف خود پرستی کی ایک صورت تھی یوں مومن ایک بالغ نظر، خود آگاہ اور گہرے سماجی شعور کا حامل شاعر نظر آتا ہے۔

مقطعوں کے مندرجہ بالا مطالعہ سے جن رجحانات کا اندازہ اس محدود تحقیقی کام کی وسعت کے اندر رہتے ہوئے ہوتا ہے، ان میں مذہب ومسلک، جہاد، حسن وعشق، طبابت، تخلص کے انسلاکات، شاعر کا احساس تفاخر اور سماجی واجتماعی شعور کے بارے میں اُس کے منفرد ذہنی وفکری رجحانات ومیلانات کے بارے میں نئے مناظر وغیرہ شامل ہیں۔ مومن کی غزل گوئی روانئ زبان، شگفتگی بیان، خوبصورت محاکات اور زندگی کی مختلف جھلکیاں جگہ جگہ معلوم ہوتی ہیں۔ حسن وعشق کے جو اقتدار اس زمانے کی معاشرت اور تہذیب میں پیدا کیے تھے اُن کا شعور نظر آتا ہے۔

مومن ایک حسن پرست، دین ودنیا سے برابر محبت رکھنے والے شخص، ماہر طبیب اور احساس تفاخر کے حامل شاعر کے طور پر نظر آتے ہے۔ ان کے ہاں تغزل، جدت پسندی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ فراق وصال، نشاط غم، وفا وجفا کی ایک نئی دنیا نظر آتی ہے۔ مومن کے ہاں فارسی تراکیب اس برجستگی سے استعمال ہوئی ہیں کہ وہ کہیں بھی خیال کی روانی میں خلل نہیں ڈالتی۔ مومن کے مقطعوں کا یہ جائزہ مطالعہ مومن کے چند نئے زاویے فراہم کرے گا اور مومن کے فکر وفن کی بہتر تفہیم میں معاون ثابت ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: ’’مومن کا سوانحی خاکہ‘‘ مشمولہ مومن خاں مومن: حیات و شاعری، مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ۱۹۹۹ء، ص ۹۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۹۔

۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر: ’’مومن اور مطالعہ مومن‘‘، اُردو دنیا کراچی، س ن۔ ص ۸۴۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۴۔

۵۔ کلیاتِ مومن، لاہور ۱۹۶۴ء، جلد دوم، ص ۱۰۷ء۔

۶۔ نیاز فتح پوری: ’’ کلامِ مومن پر ایک طائرانہ نظر‘‘، مشمولہ اُردو کے نمائندہ کلاسیکی غزل گو، مرتبین عامر سہیل، قاضی عابد، ملتان، ۲۰۰۲ء، ص ۲۳۱۔

۷۔ کلیاتِ مومن، (جلد اوّل)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء،